نوٹ چونکہ یہ رسالہ مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ کوئی صاحب اسکے فروخت کرنیکے مجاز نہیں ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین منی و انا من الحسین

سنہ ۱۹۱۳ء

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

اثبات عزا

یعنی سلسلۂ برکات محرم فنڈ کا چوتھا رسالہ

مؤلفہ

عالیجناب سید منیر حسن صاحب منیر زیدی الواسطی دہلوی

جسکو

برکات محرم فنڈ کی انتظامیہ کمیٹی نے پاس کیا

سنہ ۱۳۳۱ھ

سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین
خواجہ اجمیری

سید صغیر حسن شمیم زیدی الواسطی نے مطبع یوسفی دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

مقاصد برکات محرم فنڈ

(۱) مختلف رسالے بحمایت عزاداری امام حسینؑ مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنا۔

(۲) اُن اعتراضات کا مہذب طریقے سے دفاع جو عزاداری پر کئے جاتے ہیں۔

(۳) بوقت ضرورت و مصلحت کسی موقت الشیوع رسالہ کا اجرا جو ہر گوشہ ملک کی عزاداری کی پوری کیفیت و دیگر امور متعلقہ "برکات محرم فنڈ" شایع کیا کرے۔

(۴) حمایت عزاداری میں جو رسالے شائع کئے جاینگے اُنکے ترجمے انگریزی ہندی میں بھی ہونگے

ضروری ہدایتیں

(۱) چونکہ ہر منصف مزاج مسلمان سید الشہدا علیہ السلام سے ہمدردی رکھنے پر مجبور و مجبول ہے اس لئے یہ مسلمانوں کا مشترکہ فنڈ ہے۔

(۲) ہر مسلمان پر اسکی حمایت ایسی ہی لازم ہے جیسے دیگر دینی امور کی

(۳) ہر وہ مسلمان جو عشرہ محرم میں سید الشہدا کے نام پر خرچ کرتا ہی ہمیں ہے اس فنڈ کے لئے بھی کوئی حصہ تجویز کرے کیونکہ یہ سید الشہدا کی ایک زبردست اعانت ہی۔

(۴) ہر مسلمان اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔

(۵) اس فنڈ میں شرکت کرنیوالے حضرات کی تقسیم دو طرح پر ہو گی۔

(الف) ایک عام معاونین جو بمشیت چندہ کسی مقدار میں سالانہ عطا فرمائیں گے۔

(ب) دوسرے وہ حضرات جو ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے چندہ عنایت فرمائیں گے اور ممبران برکات محرم فنڈ کے نام سے موسوم ہونگے۔

راقم اثم سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی ایڈیٹر اخبار اثنا عشری منصرم برکات محرم فنڈ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہلال محرّم

تاریخ اسلام کا ایک گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد بہت ایسے مہتم بالشان واقعات ملیں گے جن کی نوعیت خاص امتیازی شان پر قبضہ رکھتے ہوئے تحقیقی نقطۂ خیال سے جانچنے کے قابل ہے سردست اگران واقعات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے جنکے بعد پھر ویسے خونی مناظر اسلامی دنیا نے نہ دیکھے نہ سُنے چند تازہ مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جنکے اثر سے غم واندوہ کی گھٹائیں اسلامی باشندوں پر چھا گئیں۔ کل کا ذکر ہے کہ ایران جیسی قدیم۔ پرانی اور سب سے وضعدار اسلامی سلطنت کی جواہر نگار قبا قتل وغارت کی تیز قینچی سے چاک چاک ہوکر رہ گئی۔ طہران کے گلی کوچوں میں سروں کا مینہ برسا اور خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ تبریز کے خوش نما اور دلفریب پھولوں میں شہدا کے خون کی جھلک محسوس ہونے لگی۔ فارس کی سرد ہوا میں ظلم واستبداد کے شعلوں نے وہ گرمی پیدا کردی کہ قرب وجوار کے دیار و امصار بھی باد سموم کے تیز و تند جھونکوں کے اثرات سے نہ بچ سکے۔

مسلمانوں کی نمناک آنکھوں سے ابھی دامن مژہ اشک خونی صاف بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ ٹرکی۔ طرابلس اور بلقان میں ظلم و جور کی

آندھیاں چلنی شروع ہو گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان مرد و زن تہ تیغ ہوئے۔ یتیموں کی آہ وزاری۔ بیواؤں کی فریاد و بیقراری پر مسلمانانِ عالم نے آٹھ آٹھ آنسو بہائے۔ آخر اسکی وجہ؟ معلوم ہوتا ہے کہ فطرتاً انسان کے سینے میں ایک نرم و نازک دل ودیعت کیا گیا ہے جس کی ساخت نہایت باریک تاروں سی ہوئی ہے جنہیں سانس کہتے ہیں۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ غم واندوہ کے سخت اور خاص اثرات سے یہی سلسلہ انفاس بند ہو کر ایک انسان کے دماغ کو روح جیسی لطیف شئے سے محروم کر دیتا ہے

سانس تھوڑے سے ہیں انسان کی ہستی کیا ہے
بات کرتے ہیں یہی تار اٹک جاتے ہیں

جب ایک ایسا نازک آلہ انسان کے پاس غم و رنج محسوس کرنے کے لئے موجود ہے تو یقیناً اس پر ہر قسم کا اثر بھی ہونا چاہیئے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ذی رُوح مثلاً جمادات کا مماثل ہو جائے۔ اگر کوئی ایسا حادثہ یا سانحہ ہماری نظر کو اپنی طرف خود بخود کھینچ لے۔ اس میں فطرتاً ایک کشش بھی موجود ہو۔ وہ اپنی نوعیت میں بھی سب سے نرالا ہو۔ جس کی اہمیت کو ہر سال تازہ کرنے کے لئے ایک قوم بھی پیدا کی گئی ہو۔ خاص خاص دن اور راتیں اس کے لئے مخصوص ہوں۔ ایک مہینہ اور سال بھر میں صرف ایک خاص مہینہ اس سے تعلق بھی رکھتا ہو اور ان سب پر مستزاد قرآن پاک کا مشہور سورہ "والفجر ولیالٍ عشر" اس زبردست واقعہ کا شاہد عادل ہو تو ایمان سے لبریز سینے پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کرو کہ ایسے غم والم کے زمانہ میں تمہیں کیا کرنا چاہیئے؟

ایران - طہران - تبریز - ٹرکی - طرابلس - بلقان - کانپور کی مصیبتوں پر ماتم کی قربانیاں کی گئیں - اظہار افسوس کے رزولیوشن پاس ہوئے خون کے آنسوؤں سے رسم گریہ و بکا ادا کی گئی - افسوسناک اور غم و غصہ سے بھری ہوئی دھواں دھار تقریریں ہوئیں - جگہ جگہ اور چپہ چپہ پر ایک عالمگیر کہرام اور ماتم برپا ہوا - یہ سب کچھ کب تک ہے اور کب تک رہیگا - صرف اسی وقت تک جبتک مطالبات نہیں ملتے اور جبتک زخموں کا اندمال نہیں ہوتا - مگر بھائیو شریف مسلمانو اور اسلام کی حقیقت سمجھنے والو - قریب ہے کہ قلب پانی ہوکر بہ جائے - اب میں ضبط نہیں کرسکتا اگر انصاف اور ایمان تمہارے سینوں سے نہیں نکل گیا اگر تم پر حرص - طمع - تعصب اور ہٹ دھرمی کا جادو نہیں چل گیا - تو خدا کے لئے جو واقعہ میرے پیش نظر ہے تم بھی اُسے انصاف کی عینک لگاکر ایمان کی آنکھوں سے دیکھو

"فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ"

حسینؑ کی شخصیت

کون حسینؑ ؟ پیغمبر اسلام کا وہ نواسا جس نے اپنے نانا کے دین کو بچاکر "رسول ثانی" کا لقب حاصل کرلیا - کون حسینؑ ؟ جس نے خشکی مرتبت کے لگائے ہوئے نخل اسلام کو اپنے خون سے سینچا اور اُس کی شاخیں عجم - عرب - ملک ہند سرزمین روم و چین - بر اعظم یورپ اور امریکہ افریقہ کی نئی اور پرانی دنیا تک پھیلا دیں حسین علیہ السلام اُس پیغمبر اسلام کے پارہ جگر ہیں جنکی اطاعت و فرمانبرداری کا قلادہ جس جس کی گردن میں ہے صرف وہی مسلمان کہلا سکتا ہے - جن کی مقدس ذات اُس وقت ایک

بین نور اور روشن چراغ ہوکر چمکی جب دنیا ابدی ذلت کے غاروں اور تاریکی کے سایہ میں معدوم ہوتی چلی جارہی تھی۔ جہالت کی مقراض نما انگلیاں تہذیب۔ تمدن اور حمیت کا گریبان تار تار کر چکی تھیں۔ ہمدردی اور صلہ رحم کی قابل قدر تصویریں خود رائی اور خود پرستی کی چادر میں لپیٹ کر رہزنی اور جبر پسندی کی عمیق خلیج میں بہائی جا چکی تھیں۔ دینا اور دنیا والوں کی پیشانیوں پر سونے اور چاندی کے سکے اپنی معبودیت کے گہرے نشان قایم کر چکے تھے۔ خانہ کعبہ یعنی خلیل اللہ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کیا ہوا مضبوط قلعہ خداوندی۔ تین سو ساٹھ بتوں کا ملجا و ماوا بن چکا تھا۔ ایسے تاریک زمانہ میں صرف یہ ہمارے رسول صلعم ہی کی شان تھی جس نے خدا کی زمین کو تمام شرک و کفر سے پاک و صاف کردیا۔ ان ہی رسولؐ کے ایک نواسے حسین علیہ السلام تھے۔ صرف نواسے ہی نہیں بلکہ محبوب نواسے۔ نہیں نہیں رسولؐ مقبول کے بیٹے اور نہایت نازپروردہ بیٹے ہونے کا بھی ان ہی کو حق حاصل تھا۔ پروردگار عالم نے آیۂ مباہلہ نازل فرماکر اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ حسین علیہ السلام نے بھی الولد سرّ لابیہٖ کا مصداق اپنی ذات قدسی صفات کو کس کس طرح ثابت کیا

حسینؑ علیہ السلام کے مصائب

حسینؑ ایک زبردست قوت ارادی کے مالک تھے حسینؑ نے قابل صد مایۂ ناز ہمت۔ عظیم الشان استقلال اور لامثال ایثار کی ان گنت مثالیں اپنے عہد امامت میں پیش کیں وہ لاریب ایک الوالعزم شجاع اور صاحب نفس ذکیہ بزرگ تھے۔

لیکن کیا یہ چند معمولی الفاظ اوصاف حسینی پر کما حقہ حاوی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا ہماری ذہنی تلاش حسینؑ کے اخلاق اور مراتب کی تعریف اور حقیقی تعریف کے لئے الفاظ جمع کر سکتی ہے؟ کبھی نہیں۔ اب یہاں سے ان واقعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جن سے اسلامی تاریخیں بھری پڑی ہیں اور جن کے مطالعہ کے بعد بشرطیکہ تعصب کی خلیج پر انصاف کا پل باندھ دیا جائے ایک مومن پاک باطن اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حسین علیہ السلام نے اس بار امانت کو اٹھایا جس کی نازک ذمہ داری سے پیغمبران اولوالعزم عاجز آکر خلاق عالم سے رحم کے خواستگار ہوئے

پہلی مصیبت مدینے سے سفر

مصائب امام حسینؑ کا پہلا باب یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ ہر واقعہ کو معیار عقل پر کس کر دکھانا روشنی والوں کا دستور العمل ہو رہا ہے۔ لہذا غور سے دیکھنا چاہیے کہ مدینہ اس مقدس زمین کا ٹکڑا ہے جسے حسینؑ کے جد بزرگوار کے وطن اصلی کہے جانے کا شرف حاصل ہے۔ اسی سرزمین پر حسینؑ نے ناز و نعم سے پرورش پائی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جبکہ فطرت انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ باوجود سالہا سال اپنے وطن سے ترک تعلقات کرنے پر بھی ایک انسان اپنے مولد کی محبت سے بے چین ہو کر ایک نہ ایک وقت اپنی جائے پیدائش کی سکونت کو دنیا بھر کی نعمتوں اور آسائشوں پر ترجیح دیتا ہے اور آخر عمر میں تو گھر سے قدم نکالنا بھی نہیں چاہتا۔

اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ حسینؑ کے دل میں انقلاب دہر کی مجسم تصویر نہ اتر آئی ہوگی جب انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ نہ صرف اپنی خوشی پر بلکہ مجبوراً انہیں مدینے کی مقدس سرزمین اور اپنے نانا کے

وطن مالوف کو چھوڑ دینا پڑے گا جہاں کے چپہ چپہ سے کل تک محبت
کے خوشنما پھولوں کی خوشبو آرہی تھی وہاں کی ہوائے مفارقت کا ایک ایک
جھونکا حسینؑ کے مختصر سے قافلہ کے لئے بانگ جرس کا کام کر رہا ہے
جہاں چند گھنٹے پہلے تک حسینؑ کی محبت کی کتاب میں لوگ اپنے خون سے
دستخط کرنے کو موجود تھے۔ آج وہاں سے حسینؑ کو خود اپنے خون کی
بُو آرہی ہے۔ سفیانی حلم کے سامنے معاذ اللہ حسینؑ کا سر تو کجا آپ
کا ناخن پا بھی نہیں جھک سکتا تھا لہذا آپ نے ایک فاسق و فاجر زانی
شراب خوار کی اطاعت کے مقابل میں پہاڑ مصیبتوں کو ایک با حمیت
بشر کی قوۃ اور اسلام کے اصلی شہنشاہ کی حیثیت سے گوارا فرما کر صبر و
استقلال کا سنگ بنیاد رکھا۔ حسینؑ کا چھوٹے چھوٹے بچوں اور نرم و نازک
دل رکھنے والی مخدرات عصمت مآب کا اپنے ہمراہ لیجانا اہل نظروں
کو روز روشن میں شمع دکھا رہا ہے کہ آپ کسی ملک پر چڑھائی کی غرض
سے نہیں جا رہے ہیں آپ کو جنگ و جدل بھی منظور نہیں۔ بلکہ آپ
کسی ایسی آیندہ آنیوالی مصیبت سے خبردار ہو کر تشریف لے جا رہے
ہیں جس سے آپ کو یقین کامل ہے کہ اب مدینہ کی شکل دوبارہ دیکھنی
نصیب نہیں ہو گی اور اسی لئے آپ اہل وطن سے کچھ اس شان سے
وداع ہو رہے ہیں گویا خبر دے رہے ہیں کہ اب پھر کر نہ آئیں گے

دوسری مصیبت مکہ پہنچنا اور مکہ سے روانگی

جب کوئی شخص ایک مقام کو چھوڑ کر
دوسرے مقام کا رُخ کرتا ہے تو وہ
ضرور نقل مکان سے قبل مفاد کے کچھ نہ کچھ پہلو سوچ لیتا ہے۔ ممکن ہے
حسینؑ کا یہ خیال ہو کہ مکہ میں کچھ ایسے دوست میسّر آسکیں جنکی حمایت

اور مدد دے اُن آنے والے مظالم کا دفاع ہو سکے جن کی پیشینگوئی حسینؑ کے علم لدنی کے علاوہ حاکم وقت کی بد نیتی کر رہی تھی لیکن عین موسم حج میں حسین علیہ السلام کا حج کو عمرہ سے بدل کر فوراً مکہ کو خیرباد کہنا کیا یہ نہیں بتاتا ہے کہ مکہ کا قیام بھی آپ کی مصلحت کے منافی تھا چنانچہ معاملات کی کان گہری کھودنے پر پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ یزیدی فوجیں عبداللہ بن زبیر کی سرزنش کے بہانے سے ظاہراً مکہ پر حملہ آور تھیں مگر اُن کے منافق سینوں میں حسینؑ کی گرفتاری کا راز مخفی تھا۔ اسی لئے بانی توحید اور مروج شریعت کے نواسے حسینؑ نے مکہ سے روانہ ہوتے وقت وہ پُرمعنی فقرہ فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ "میں اُس گوسفند کی مثال قایم کرنی نہیں چاہتا جس کا خون بہا کر حرمت کعبہ کو برباد وضایع کیا جائے"۔ کاش رسولؐ کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان اسوقت بھی اس معنی خیز نصیحت سے سبق حاصل کرتے مگر واقعات اس کے خلاف ثبوت پر ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں چنانچہ حسین علیہ السلام مع اہل حرم کوفہ کی طرف تشریف لے جاتے ہیں

تیسری مصیبت سفر عراق

مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کرنے کی ایک وجہ وہ خطوط ہو سکتے ہیں جو پے درپے امیر شام کے عہد میں اہل کوفہ کے دعوتی خطوط کی شکل میں برابر چلے آرہے تھے لیکن اب اس سلسلے کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو گیا تھا دوسری وجہ اور سب سے بڑی وجہ اکثر خطوط کے مضامین تھے جن میں ظاہر کیا گیا تھا کہ تمام اہل کوفہ کی دلی تمنا ہے کہ وہ حسین علیہ السلام کو اُس مسند امارت پر متمکن دیکھیں جسے آپ کے والد ماجد مزین فرما چکے

ہیں۔ اکثر خطوں کا مضمون یہ بھی تھا کہ ہم برابر چاہ ضلالت میں گرے ہیں ہمیں آفتاب ہدایت کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اگر ہمیں راہ راست نہ دکھائی گئی تو آپ اور صرف آپ اس دن جواب دہ ہونگے جس دن خدائے آسمان و زمین عدالت کے تخت پر بیٹھے گا۔ آپ نے معاملات کو اصلی صورت میں معلوم کرنے کی غرض سے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بطور ہراول چند دن پیشتر کوفے کی طرف روانہ کیا۔ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے اس معزز سفیر کے ہاتھ پر امام حسینؑ کی بیعت کی۔ یہ خبر خود امامؑ کو ضرور پہنچی تھی اور اسے بھی مکہ سے روانگی کا ایک سبب بتایا جا سکتا ہے

اب حسین علیہ السلام کوفے کو اس طرح روانہ ہوئے ہیں کہ کوئی خاص سامان آپ کے ہمراہ نہیں۔ ہاں آپ کے گنے چنے چند عزیزوں مخدرات عصمت اور ننھے ننھے بچوں میں ایک مختصر جماعت عرب کا اضافہ ہو گیا ہے جو اپنی مرضی سے آپ کے ساتھ ہو لی ہے مگر ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ اُن کے طرز عمل سے منزل بمنزل ثبوت ملتا جاتا ہے۔ حسینؑ کے ہمراہ اس موقع پر بھی کوئی سامان حرب یا آلہ جنگ نہیں ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ظلم و ستم کے شعلے کہیں رستے میں بھڑک اٹھیں تو بجائے سبقت جنگ کرنے کے اُن پر اپنا خون چھڑک کر بجھا دیں۔

چوتھی مصیبت مسلمؑ کی شہادت کی خبر

کوفہ سے ابھی آپ نے چند ہی منزلیں طے کی ہونگی کہ جناب مسلم بن عقیل کی اندوہناک خبر شہادت آپ کو پہنچی اور یہی وہ خوفناک پیش خیمہ تھا جس سے آیندہ

نزول بلا کے لئے پیشین گوئی کی جا چکی تھی۔ نیز عبد اللہ بن یقطر کی خبر قتل بھی جس نے ایمیزہ چلکر ایک عام قتل وغارت کے وقوعہ سے آگاہ کر دیا۔ مگر واقعات اور مشاہدات برابر گواہی دے رہے ہیں کہ حسین علیہ السلام کی جبین مبارک پر دلیرانہ ہمت کے گہرے نقوش اس طرح منقش تھے کہ کوئی غیر معمولی شکن ان کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ اور یہیں سے معمولی صبر کے علاوہ آپ کے غیر معمولی استقلال کی مثالیں قدم قدم پر ملیں گی۔ مصائب کی کتاب گو پہلے ہی کھل چکی ہے۔ مگر اب اُن صفحات کی ورق گردانی شروع ہوتی ہے جن کا مطالعہ ثابت کر دے گا کہ جو کارہائے نمایاں سبط رسول الثقلین نے انجام دیئے اُن کو انسانی طاقت کبھی نہیں لگی حسین سفر کی صعوبتیں طے کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ آپ کے ثبات قدم میں ذرا لغزش نہیں۔ لبہائے مبارک کلام الٰہی کی تلاوت سے جنبش کر رہے ہیں۔ اپنے مختصر کنبہ کو صبر و رضا کی تعلیم فرمائی جا رہی ہے اور بار بار ارشاد ہوتا ہے۔ "کچھ لوگ اپنا وعدہ پورا کر چکے ہیں۔ کچھ منتظرین میں سے ہیں اور معاملات قضا و قدر میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی"۔ اسی حالت میں امام حسین علیہ السلام منزل اشراف سے کچھ تھوڑی دور آگے تشریف لے گئے ہونگے کہ پوری دھوپ اور کامل طپش آفتاب میں یزیدی لشکر کے ایک ہزار سوار حُر ابن ریاحی کے زیر کمان آپہنچے جنھوں نے آپ کا محاصرہ کر لیا اور جن کے تونسے ہوئے گھوڑ و نکی زبانیں پیاس کے مارے منہ سے باہر نکلکر عرب کی سخت گرمی کا تاریخوں میں تذکرہ کرنے کے لئے التجا کر رہی تھیں

ایثار کی زبردست مثال

دنیا میں یہ عام قاعدہ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دشمن پر ذرا سا غلبہ بھی پاتا ہے تو وہ موقع اور وقت کو غنیمت جان کر ایک لمحہ بھی ضائع کرنے میں تامل اور انتظار سے کام نہیں لیتا حسین علیہ السلام خوب واقف ہیں کہ حُر کے زیر کمان لشکر اُن کی گرفتاری کے مقصد سے آیا ہے اور یہ بھی علم ہے کہ اگر کچھ عرصہ تک اور پانی میسر نہ آیا تو تمام لشکر جو اپنا آبدار خانہ ختم کر چکا ہی مع راکب و مرکب خود بھی ختم ہو جائے گا۔ مگر رحیم خدا کے خاص رحمدل بندے نے اپنے دشمنوں کا بھی کی موت مرنا پسند نہیں کیا۔ خُلقِ عظیم کا روشن آفتاب زندگی سے مایوس شدہ انسانوں کو خلعت ہستی عنایت فرماتا ہی اُس ایثار کے جوہر ظاہر ہوتے ہیں جو خاندان رسالت کا معمولی شعار تھا اُس کرم کی روشنی جھلکتی ہے جو ختمی مرتبت کی تعلیم۔ علی مرتضیٰ کی تربیت فاطمہ بنت رسولؐ جیسی ادیب ماں کے دودھ اور حسن المجتبیٰ جیسے شفیق بھائی کی وصیت کا اثر کہا جاسکتا ہے۔ غلاموں کو حکم ہوتا ہے پکھالوں کے دہانے کھول دیے جاتے ہیں تمام لشکر حُر مع بے زبان حیوانوں کے سیراب ہو کر اس باذل و جواد کی کریم النفسی پر عش عش کرتا ہے

لشکر حُر کو نصیحت

جس وقت حر کا لشکر مع اپنے مرکبوں کے سیر و سیراب ہو چکا اتنے میں وہ وقت آگیا جسکو نماز ظہر کے لئے فضیلت کا وقت کہ سکتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے حجاج ابن مسروق کو اذان کا حکم دیا اور خود خیمہ مبارک میں تشریف لے گئے اِدھر اذان ختم ہوئی اور اُدھر آفتاب امامت سراپردہ سے درخشاں ہوا اور قبل امامت

نماز فرمانے کے یہ خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا۔ ایہا الناس خدائے برتر و توانا کی خوشنودی صرف پرہیزگاری میں مضمر ہے حق اور اہل حق کو خوب اچھی طرح پہچان لو۔ ہم اور صرف ہم اہل بیت رسالت ہیں۔ خلافت اور امامت یہ دونوں چیزیں صرف ہمارا ہی حق ہیں۔ وہ مدعی کاذب ہیں جو تم پر جور و ظلم کر رہے ہیں اور تم اُن کو ہم پر ترجیح دیتے ہو اور اگر ہمارے حقوق سے منکر ہو کر اُن تحریروں سے بھی منحرف ہوتے ہو جو تم نے اپنے سفیروں کے ہاتھ بھیجی ہیں تو خیر میں واپس چلا جاتا ہوں یزیدی لشکر نے ان نصائح کا جواب جس سختی سے دیا ہے وہ اِن الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے وہ حر نے کہا کہ ہمیں آپ کے خطوں اور سفیروں کی حالت کی کوئی خبر نہیں۔ ہمیں تو اس امر پر مامور کیا گیا ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے سامنے لیجائیں" یہ سنکر امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری موت اس مقصد سے زیادہ قریب ہے۔ اس گفتگو کے بعد امام حسینؑ مقام عذیب سے روانہ ہو کر ایک دوسرے راستہ پر ہو لیتے ہیں۔

حسینؑ کا واقعہ ابراہیمؑ سے تقابل

حسینی شان میں خلت ابراہیمی کا رنگ کیونکر نمایاں ہوتا ہے اسپر ذیل کا واقعہ کافی روشنی ڈال سکیگا۔ زمانہ کی نیرنگیاں ایک ایک قدم پر سخت اور دشوار گذار صعوبتیں پیش کر رہی ہیں حالات اور مشاہدات روز بروز ناز یبا صورتیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ شر و فساد کی سیاہ آندھیاں فضائے عالم پر محیط ہیں۔ بدی کا ہر طرف راج ہے۔ نیکی اور نیکی کا نام مفقود اور معدوم ہوتا جا رہا ہے لیکن رفاقت اور محبت کی کانٹے ہیں وہی اصحاب با وفا پورے اُتر رہے ہیں جن کے دلوں

ہیں حسین علیہ السلام کی محبت شغف کے درجے تک پہنچ چکی ہے - اسی حالت میں کوچ کرتے ہوئے آپ قصر بنی مقاتل سے آگے ایک منزل پر پہنچے جہاں آپ نے ایک نہایت پریشان خواب دیکھا جس کی تعبیر میں خود جناب علیؑ اکبر کو طلب فرماکر آپ نے ارشاد کیا اب ہماری شہادت کا وقت قریب آپہنچا اور گویا میں دیکھتا ہوں کہ تم میری آنکھوں کے سامنے اس میں حصہ لینے والے ہو - جناب علیؑ اکبر جواب میں عرض کرتے ہیں کہ ہم حق کی طرف ہیں ہمیں موت کا رتی بھر خوف نہیں ہے اور ہم نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ایمان کی قربان گاہ پر ذبح ہونے کے لئے تیار ہیں اور اے بابا آپ مجھے انشاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے" یہ وہ الفاظ ہیں جن کو سنکر مظلوم باپ کی مبارک اور مقدس زبان دعا کے قابل فخر پھولوں سے جوان بیٹے کی گود بھر دیتی ہے

زمین نینوا پر ورود

عالم غربت کی منزلیں طے کرتے ہوئے حسینؑ ارض نینوا پر تشریف لائے - یہی وہ مقام ہے جسے ہم آیندہ زمین کربلا کے نام سے پکاریں گے - فوراً ہی عبداللہ بن زیاد کا عتاب آمیز حکمنامہ حر بن ریاحی کے نام پہنچا کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر حسینؑ کا مع رفقا - احباب - مخدرات عصمت اور کمسن بچوں کے جلد از جلد سختی سے محاصرہ کرلو - اور کوشش کرو کہ وہ محفوظ اور لب دریا مقامات سے دور ایسی جگہ خیمے ایستادہ کریں جہاں سر وہوا کے جھوکے باد سموم ہے - پرفضا تختہ گیاہ عرب کی چٹیل زمین ہے - اور جھلکتی ہوئی نہر فرات قلت آب سے تبدیل ہو جائے - حرؑ ابن ریاحی حکمنامہ پہنچتے ہی فوراً خیام امام کے نزدیک جا پہنچتا ہے جو قریب لب دریا ایستادہ

گروے گئے تھے۔ ابن زیاد کے حکم کے بموجب اُس کا منشاء ہے کہ امام علیہ السلام اپنے خیمے سامنے کی گرم زمین پر برپا کریں۔ لیکن اب یہ وہ سختی ہے جسے حسین کا طاقت ور بازو اور حیدر کرار کا وہ صف شکن بیٹا جس کا نام عباس بن علی ہے نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ حضرت عباس شیر خشمناک کی طرح اپنے مقام سے نہایت غیظ میں اوٹھے اور چاہتے ہیں کہ سختیٔ کلام کا جواب نوک شمشیر سے دیں۔ لیکن امام کا رحم پھر درمیان میں ایک پردہ ڈال دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ بھائی عباس کیا کرتے ہو ہم اہلبیت رسالت ہیں مدینے سے اسوقت تک یہی زرین اصول ہمارے پیش نظر رہا ہے کہ ہم ہرگز قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھنے میں سبقت نہیں کریں گے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ میں اپنے علم امامت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ امیر لشکر جسکا نام حر ابن ریاحی ہے میرا حقیقی دوست ہے یہ اپنے خون کی سیاہی سے میرے محضر شہادت پر دستخط کر چکا ہے۔ جناب عباس جبیا جری اپنے آئے ہوئے غصہ کو مجبوری مگر نہایت اطمینان کے ساتھ ضبط کرتا ہے۔ دوسری تاریخ محرم ہے کہ حسین مظلوم کا خیمہ کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں محاصرہ کر لیا گیا۔ موجودہ مصائب کے علاوہ دو نئی تکلیفوں کا اور اضافہ ہو گیا ہے یعنی دن کی دھوپ اور رات کی اوس کے بچاؤ کے لئے نیلگوں آسمان اور چٹیل کرۂ زمین کے درمیان درخت کا ایک پتہ بھی حائل نہیں ہے اور خیمۂ حسین علیہ السلام روحی لہ الفدا پر ایک خاص مظلومیت برس رہی ہے

احیائے سنت رسول اور قوت متخیلہ

صاحبان عقل سلیم اس امر کے ماننے پر مجبور ہوں گے کہ حسینؑ کی قوت متخیلہ اُن تمام اُمور کا اندازہ لگا چکی تھی جو اُن کے عزم اور ارادے پر مرتب ہونے والے تھے چنانچہ واقعات بتا رہے ہیں کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ زمانے کے بہت سے خیرہ چشم۔ ہٹ دھرم اور ناحق شناس یہ کہنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے کہ "امام حسینؑ نے بے سوچے سمجھے تمام مصائب جا بے وقت پر خروج کرنے کی بدولت اٹھائے" یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے طرز عمل سے کوئی موقع ایسا نہیں دیا جسے معاندانہ خیالات کی ڈھال بنا کر مخالفین سر برآ ہو سکیں اب بھی اگر کسی ناقص الرائے اور خالی الذہن شخص کی زبان اعتراض کی نجاست سے آلودہ ہوئے بغیر باز نہیں رہ سکتی تو معاملات اور واقعات کی موجودگی اُس کے ہونٹ سینے کے لئے کافی طور پر مستند ہے۔

موجودہ اور گذشتہ زمانہ کے ماہرین فن جنگ ہمیشہ اس قاعدے پر کار بند رہے ہیں کہ دشمن اور دشمن کی فوج کو تباہ و برباد کرنے میں موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ جہاں دشمن کا ایک دستہ دکھائی دیا اور اُس پر کمک آنے سے پہلے توپخانہ جا چڑھتا ہے۔ چار پانچ آدمی نظر آئے اور قوت کمزور کرنے کی غرض سے گولیاں برسنے لگیں دشمن کا سایہ نظر آیا اور تلوار اُگلنے لگی۔ چند دشمن کسی گوشہ میں نظر آئے اور چھاپہ مار دیا۔ غرض مدافعت کا سنہری خیال ہر وقت مد نظر رہتا ہے۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ مجاہدین کی قوۃ ایک مرکز پر جمع نہ ہونے پائے۔ لیکن حسینؑ نے گہری خاموشی سے اس کے مخالف

ثبوت دیا اور اہل عقل کو اشارۃً سمجھا دیا کہ میں کسی جنگ یا مجادلہ کی غرض سے نہیں آیا ہوں یہ دوسرا واقعہ اس پر کافی روشنی ڈالتا ہے کہ آپ کا سفر ہی جنگ کی غرض سے نہ تھا۔ چنانچہ جب حرؔ نے آپ کو کربلا کے ریگستان پر قیام کرنے کے لئے مجبور کیا تو زہیرؔ قین نے عرض کیا کہ یا مولا اس وقت ان لوگوں کی تعداد کم ہے اور ہم معمولی سی کوشش سے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار سکتے ہیں پھر انکی کمک کے لئے فوج آجائے گی اور ہمیں گھسان میں تلوار چلانی پڑے گی۔ آپ نے مختصر جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے جنگ کی ابتدا منظور نہیں ہے۔ حسینؑ نے چودھویں کے چاند سے زیادہ اس امر کو روشن کر کے دکھا دیا کہ مطیع اسلام اور حامل علم اسلام وہ لوگ ہیں جو نازک سے نازک موقع پر بھی سنت رسول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ حسینؑ نے بتا دیا کہ سنت رسولؐ کا مقدس دامن صرف ہم ہی نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور ہم ہی رسول کے تاج و تخت کے اصلی وارث ہیں حسینؑ نے علی الاعلان ثابت کر دیا کہ ہم پر خروج کا الزام لگانے والا اُس چمگادڑ کی مانند ہے جو سورج کی روشنی سے قیامت تک محروم رہیگی اگرچہ اُس کی روشنی سے تمام دنیا یکساں فائدہ اٹھاتی ہے

مخالف فوجوں کی آمد اور مجبوریوں کا اضافہ

اب زمانہ منٹ منٹ پر سخت سے سخت ہوتا جاتا ہے۔ فوجوں کا ہجوم ساعت بساعت بڑھ رہا ہے۔ عمر سعد کی آمد شمر کا داخلہ کسی خوفناک واقعہ کی اطلاع دے رہا ہے تاکہ تبدیاں ہو رہی ہیں۔ گھاٹ پر صرف اس لئے پہرے لگائے گئے

ہیں کہ آب فرات کا ایک قطرہ حسینؑ کے لشکر، حسینؑ کے معصوم بچوں اور مخدراتِ عصمت تک نہ پہنچے۔ مگر حسینؑ کا مستقل ارادہ اس پہاڑ کی طرح اپنی جگہ قائم ہے جو زمانہ کے گرم و سرد کی پروا نہ کرتا ہوا اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ اتمام حجت کے طریقہ پر صلح کی تدبیریں پیش کی گئیں۔ مصالحت کی گفتگو ہوئی۔ حسینؑ نے لاکھ کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھ سے کوئی تعرض نہ کرو۔ مجھے ملک، مال یا تمہاری گز بھر زمین سے بھی سروکار نہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام لیکن ان سب نصائح کے جواب میں ایک شراب خوار کی بیعت کا سوال کیا جاتا ہے جس کے جواب میں آپ نفرت اور لعنت کا اظہار فرما کر تنفض کی حالت میں منہ پھرا لیتے ہیں۔ جو ارادہ آپ کے دل میں راسخ ہو چکا تھا اس میں کسی طرح کا اضمحلال نہیں آنے پاتا۔ فرض کیجئے کہ زمانے میں ایسے اولوالعزم بھی ایک سے زیادہ مل سکتے ہیں اچھا اب مستقبل پر اور گہری نظر ڈالئے

پانی کی بندش اور بچوں کی فریاد

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں پر محرم سے یقیناً پانی کی بندش ہو گئی۔ سینے میں فولاد کا دل رکھنے والے لوتے جاتے پھر۔ لوہے کا جال اور خود پہنکر دریا کے گرداگرد سیاہ پہاڑ کی طرح چھا گئے اور یہ جہنمی مقصد اُن کے پیش نظر ہے کہ پانی کا ایک قطرہ حسینی قلعے میں نہ پہنچ سکے۔

اب محرم کی نویں تاریخ شروع ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے دو دن اور دو رات کی سخت پیاس سے جاں بلب ہیں۔ ننھے ننھے کوزے اُن کے ہاتھوں میں ہیں کبھی شدت عطش میں سراسیمہ و مضطر خیمہ کی طرف

نکل آتے ہیں کبھی اندر چلے جاتے ہیں۔ رفقائے حسینؑ میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں چند غیور افراد کی حمیت جوش میں آتی ہے اُن کا مقصد ہے کہ فوراً تلواریں لیکر گھاٹ پر جا پڑیں اور دشمنوں سے لڑ بھڑ کر دریائے فرات میں کود پڑیں اور بچوں کی پیاس بجھا دیں۔ حسینؑ اس ارادہ سے مطلع ہوکر اُن کو قبل از وقت فرائض کی انجام دہی سے روکتے ہیں

شب عاشورہ ایک نہایت کٹھن اور سخت رات

یوں تو دنیا والوں کے لئے آج تک ہزاروں راتیں آئی ہونگی لیکن واقعات اور تاریخ کا جتنا بڑا ذخیرہ یہ رات اپنے ساتھ لیکر آئی وہ ہر انسان کو مغموم اور متحیّر بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ انسان اور ایک اولوالعزم انسان صعب سے صعب مشکلات میں صبر اور استقلال کا وزنی پتھر اپنے مضبوط سینہ پر رکھ سکتا ہے۔ مگر جب اس کے اپنے اہل وعیال۔ اپنے رفقا اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچے مصیبت میں گھر جائیں اس وقت اُس کے قلب کی کیفیت ضرور ناقابل اطمینان ہو جاتی ہے۔ اب اہل انصاف غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ صرف اس ایک رات میں حسینؑ نے اپنے متعلقین کو اپنی آنکھ سے کس کس حال میں دیکھا اور اُسپر صبر و رضا کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اگر یہ قوۃ ملکیہ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی وہ رات ہے جس میں آپ نے جملہ اعزا اور رفقا کو جمع فرماکر ارشاد فرمایا۔ میرے عزیزو دوستو اور ہمراہیو خدا بہتر جانتا ہے کہ میں اور میرا خدا تم سے خوش ہے اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ دشمنوں کا غلبہ ہے۔ صبح کی آنیوالی قیامت خیز ساعتیں گویا میری نگاہ کے سامنے ابھی سے ہیں۔ جہاں

تک دکھائی دیتا ہے پیش نظر فوج جو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہی صبح ہوتے ہوتے لاکھوں کی تعداد تک پہنچ جائے گی یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں اس وقت رات کا تاریک پردہ حایل ہے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ تمہارا کوئی تعاقب نہ کرے گا کیونکہ انہیں صرف مجھ سے غرض ہے میں تم لوگوں سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں اور تمہیں کامل اختیار دیتا ہوں کہ جہاں اور جس شہر میں چاہو چلے جاؤ۔ اب استقلال کی تصویر کا دوسرا رخ دیکھو حسینؑ اگر امام ہیں تو رفقائے حسینؑ بھی امام عالی مقام کے ہمراہی ہونیکا قابل فخر شرف حاصل کر چکے ہیں فوراً اپنے سروں کو آپ کے قدم ہائے مبارک کی طرف جھکا دیتے ہیں اور تلواریں امام عالی قدر کے سامنے پھینک کر التجا کرتے ہیں کہ اگر آقا اور مولا اپنے غلاموں کی آزمایش کرنا چاہتے ہیں تو یہ فولاد کی چمکتی ہوئی شمشیریں اور یہ سوکھے ہوئے گلے موجود ہیں۔ حسین علیہ السلام کے ساتھ ایسے واقعات گذرے ہیں جن پر تمام عمر اگر ایک انسان غور و فکر کرکے نتائج اخذ کرے تو بھی کم ہے۔ کس قدر استعجاب کا موقع ہے کہ ایک شخص دشمنوں میں گھرا ہوا ہے چاروں طرف سے محصور ہے۔ امداد کی بڑی سے بڑی ضرورت ہے مگر اس پر بھی وہ پورے استغنا اور کامل بے پروائی سے اپنے ساتھیوں کو رخصت کرنا چاہتا ہے۔ جس سے مندرجہ ذیل نتیجے نکلتے ہیں۔

(۱) حسینؑ صرف خدا کی لاانتہا طاقت پر پورا بھروسہ رکھتے تھے۔

(۲) حسینؑ کا توکل حد اعجاز تک پہنچا ہوا تھا۔ (۳) حسینؑ مسلمانوں کے ایک قطرہ خون کا معاوضہ گراں بہا لعل کی قیمت سے کہیں زیادہ سمجھتے تھے (۴) حسینؑ اپنے نانا کی طرح امت رسولؐ پر شفیق و مہربان

تھے (۵) حسینؑ نے بنی نوع انسان کی خیرخواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گو عالم وجود میں قطعی ناممکن ہے لیکن شاید امکانی صورت میں کوئی ایسا اولوالعزم بھی قرار دیدیا جائے مگر واقعات۔ مصائب اور سلسلہ صبر و رضا پر کافی غور کرتے چلے آؤ۔ شہسوار مشرق آج ایک ایسے ہولناک منظر کا زائچہ پیش کرنے والا ہے جو تاریخ اسلام میں اُس وقت تک یادگار رہے گا جب تک آسمان روئی کی شکل بن دھجیاں دھجیاں ہوکر نہ اُڑ جائے

روزِ عاشورا

صبح کا ہلکا ہلکا نور پھیلنا شروع ہوا اور اے پردیسیوں کی آخری صبح بھی جا رہی ہے۔ تاریکیوں کے پردے اُٹھ رہے ہیں۔ حسینی قافلہ میں تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہیں۔ فوج مخالف میں طبل جنگ بج رہا ہے۔ تیرانداز و نکی صفیں۔ نیزہ دار و نکے پرے۔ شمشیر زنوں کی جماعتیں اپنے اپنے نامہ اعمال سیاہ کرنے کے لئے صبح سے تیاری کر رہی ہیں۔ فوج کا علم بردار عمر سعد کا ایک غلام ہے۔ میمنہ عمر ابن حجاج کے سپرد ہے۔ میسرہ پر شمر تعینات ہے۔ سواروں کا افسر عروہ بن قیس اور پیادوں کی سرداری شیث ابن ربعی کے لئے مقرر ہے

حسینی لشکر کی ترتیب

حسینؑ کی رگوں میں ہاشمی خون برابر دلیری کے ساتھ دوڑ رہا ہے حسینؑ کسی معمولی خاندان کے بزرگ نہیں ہیں بلکہ شجاعت اور جلالت آپ کو وراثتاً ملی ہے۔

عرب کے چپہ چپہ پر اُس ذوالفقار کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں جو اس وقت تک آپ کے زیب کمر ہے بڑے بڑے سرکشوں کی خاک آج تک اسی ذوالفقار کے خوف سے بگولا بنکر ایک نئے آسمان کی شکل پیدا کرچکی

ہے یہی وجہ ہے کہ حسینؑ کی پُرہمت پیشانی پر اسوقت تک کوئی شکن نظر نہیں آیا ممکن نہیں کہ کوفہ وشام کا ٹڈی دل لشکر آپ کی دلیری اور جراًت میں ذرا سا بھی فرق لا سکے چنانچہ اب حسینؑ نے بھی اپنی مختصر سی جماعت میں ایک نبرد آزما اور صف شکن لشکر کی صورت پیدا کر دی ہے۔ علم فوج حضرت عباس علیہ السلام جیسے ہنبر عرب کے ہاتھ میں ہے جسکا سبز پھریرا اتبار رہا ہے کہ صرف وہی مجاہدین فی سبیل اللہ جو آج میرے سائے میں ہیں کل بروز قیامت رسول اُمی کے علم شفاعت کی چھاؤں میں ناقابل برداشت دھوپ سے محفوظ رہ سکیں گے۔

میمنہ پر زہیر قین اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہما جیسے دو دیندار و شجاع بہادر مقرر ہیں خیموں کے سامنے باقی ماندہ خدا پرستوں کی مختصر فوج کھڑی ہو گئی اور پشت خیمہ پر خندق کھود کر آگ مشتعل کر دی گئی تاکہ بزدل اور نامرد دوسری طرف سے حملہ آور ہو کر لڑائی کا ایک نیا رُخ نہ پیدا کر دیں

آخری دفعہ اتمام حجت

لڑائی کے سامان اب بالکل ایک حد تک مکمل ہو چکے حسینی قافلہ کے گنے چُنے بہادر اور سرفروش جوان اپنی کمر آخری دفعہ کس چکے۔ تلوار و نگار رخ فوج مخالف کی طرف ترچھا ہو چکا مگر امت رسول کی بہبودی اور خیر خواہی کا خیال اب بھی قبائے حسینی کے بوسے لے رہا ہے۔ چنانچہ اپنی مختصر سی فوج آراستہ کرنے کے بعد آپ ایک ناقہ پر سوار ہوئے۔ دونوں لشکروں کے درمیان تشریف لائے اور باآواز بلند فرمایا۔

ایہاالناس۔ اگر تمہارے دماغ میں ذرا سی عقل اور غور و فکر کا معمولی سا

مادّہ بھی موجود ہے تو میں تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ تم میرے معاملہ میں عجلت سے کام نہ لو۔ میں حق نصیحت ادا کرتا ہوں اور تم گوش برآواز رہو۔ سنو اور غور سے سنو۔ تاکہ کل جب خدا زمین و آسمان کا آخری انصاف کرے تو کوئی تم میں سے عذر لنگ پیش کر کے اپنی بریت کے پہلو نہ ڈھونڈنے لگے شام اور کوفے کے بسنے والو تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو لیکن میں پھر تمہیں ذہن نشین کرائے دیتا ہوں کہ میں تمہارے رسولؐ کی چاہیتی بیٹی کا نور نظر اور علی مرتضیٰؑ کا پارہ جگر ہوں۔ کون علیؑ۔ ان سے بھی تم خوب واقف ہو جن کی تلوار کا لوہا بڑے بڑے شجاعان عرب مان چکے ہیں۔ اور تمہارے آبا و اجداد کے اجسام کی خاک آج انگشت شہادت بن کر بتا رہی ہے کہ علیؑ رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی۔ اُن کے حقیقی جانشین اور سابق الاسلام تھے اُن کی شجاعت کے سکّے عرب سے عجم تک بیٹھ چکے تھے وہ جناب حمزہؑ جنہیں دنیا قیام قیامت تک سید الشہدا کے نام سے پکارے گی میرے پدر بزرگوار کے عمّ نامدار تھے۔ میرے چچا حضرت جعفر طیار کا مرتبہ پیش خدا یہ ہے کہ اسلام اور توحید پر اپنے ہاتھ نثار کرنے کی وجہ سے قدرت نے انہیں زمرد کے دو سبز پر عطا کئے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ خلد بریں میں پرواز کیا کرتے ہیں جس رسولؐ کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی رسولؐ نے تم میں سے اکثروں کے سامنے مجھے اور بھائی حسنؑ کو جوانان بہشت کا سردار بتایا ہے خدائے برتر گواہ ہے کہ یہ ایک مشہور و معروف واقعہ ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں نے ہمیشہ سچ بولا ہے۔ اگر زر پرستی۔ ہٹ دھرمی اور سنہری سکّوں کی جھلک تمہیں یقین کرنے سے باز رکھتی ہے تو جابر۔ ابو سعید خدری۔ سہل بن سعد۔ زید بن ارقم اور انس ابن مالک تم میں موجود ہیں۔ ان سے زیادہ زندہ ثبوت اور

کیا ہوگا۔ ان سے پوچھو کہ رسولؐ اللہ نے مجھے اور بھائی حسنؑ کو سردار جوانان بہشت کے لقب سے مخاطب فرمایا ہے یا نہیں اگر اثبات میں جواب ملے تو یقیناً تمہارا فرض ہوگا کہ تم مجھے قتل کر کے میرے بے گناہ خون سے اپنا دامن نہ بھرو

اتمام حجت کا نتیجہ امام عالی مقام کی تقریر کا جواب عمر سعد اس طرح دیتا ہے کہ مظلوم کربلا کے قلیل لشکر کی طرف اپنے گروہ شقاوت اثر کو گواہ کر کے تیر پھینکتا ہے اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام علیہ السلام اپنے علم لدنی سے نہیں جانتے تھے کہ یہ ظلم وجور کے بانی اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہ آئیں گے پھر ایسی بیکار تقریر کیوں فرمائی جواباً کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی اس تنبیہ سے جو نہایت بروقت اور ضروری تھی مندرجۂ ذیل نتیجے نکلے۔

(۱) ہادیٔ برحق اسی کو کہتے ہیں جو نازک سے نازک وقت میں بھی اپنے فرض ہدایت کو فراموش نہ کرے۔

(۲) ایسا ہی شخص امام منصوص من اللہ و نائب رسول کہے جانے کا مستحق ہے

(۳) گروہ مخالف کے لئے بروز حشر کسی عذر کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

(۴) حسینؑ کی شاہانہ زندگی پر کوئی شخص آئندہ زمانہ میں معاندانہ اعتراض نہ کر سکے کہ آپ نے گروہ اشقیا کے سمجھانے میں کمی کی۔

(۵) فوج اشقیا سے ایسے سعید افراد جو بدقسمتی سے ظالم وسفاک جماعت کے ساتھ مل گئے ہیں حق کو سمجھ کر حق کا ساتھ دے سکیں۔

چنانچہ ادھر عمر سعد کا تیر کمان سے نکلا اور ادھر ابوالشعثا۔ یزید ابن زیاد اور حرؑ ابن ریاحی حسینؑ کے لشکر میں داخل ہوئے

رفقائے حسینؑ کے مراتب اور خدا پرستی

لشکر حسینؑ کے لیے یہ انتہائے مصیبت کا وقت ہے مگر حسینؑ کے رفقا بھی اپنے آقا کی طرح اپنے عزم اپنے استقلال اور خدا پرستی کا ثبوت ایک ایک منٹ پر دیتے تھے۔ آپ کے ایک بچپن کے دوست زہیر ابن قین آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "یا مولا میری اور ہم سب کی جانیں آپ پر فدا ہوں ہماری زندگی کا یہ آخری دن اور شاید آخری ساعت ہو۔ دل چاہتا ہے نماز ظہر (آخری نماز) نماز خوف کے طریقہ پر آپ کے ساتھ ادا کریں۔ حسینؑ نے جواب میں فرمایا کہ کیا ہی مبارک ہے زہیر ابن قین ؟ خدا اُسے نماز گذاروں میں شمار کرے۔ لشکر قلیل میں تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں ایک جماعت سپر بن کر کھڑی ہو گئی کہ آنے والے تیروں کو اپنے بہادرانہ سینے میں جگہ دے اور حسینؑ نے فوج قلیل کے ساتھ نماز خوف ادا کی جب سلام پھیر کر آپ نے اپنے رفقا پر نظر ڈالی تو کئی فدائی لشکر کے جرّار سپاہی کثرت جراحت سے زمین کربلا پر لوٹتے ہوئے دکھائی دیے جو اختتام نماز تک نہایت جرات سے زخم تیر اُٹھاتے رہے مگر اس خیال سے ایک قدم آگے یا پیچھے نہیں ہٹے کہ کہیں کوئی تیر ہمارے آقا اور مولا تک نہ پہنچ جائے۔ ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر ان جان نثاروں نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کے مقابلے میں ایک وہ گروہ یزید ہے جس نے نماز عصر کے بعد نوافل صرف اس غرض سے نہیں پڑھیں کہ ابن حسینؑ کا سر جدا کرنے میں دیر نہ ہو جائے۔

الغرض صبح سے ظہر تک وہ حسینؑ کا جان نثار قافلہ جو اسی مطلب کے لیے حسینؑ کے ہمراہ آیا تھا ختم ہونا شروع ہو گیا وہ لوگ جو صبح سے ہمراہ رکاب

تھے اور محبت کے جوش میں رہ رہ کر رکاب کو بوسہ دیتے تھے اسوقت سب کے سب کاری زخموں سے چُور جلتی ریت پر سامنے پڑے ہیں جسے گنج شہیداں کہتے ہیں اور جہاں ایک ایک لاش کو خود امام مظلوم نے بہ نفس نفیس معرکہ کارزار سے اُٹھا کر لٹایا ہے ؎

کبھی لاش اُٹھائی کبھی رو دئے — اسی فکر میں شاہ دن بھر رہے

اب وہ وقت آگیا جس کا بیان زبان قلم سے ناممکن ہے یا ور وانصار بچپن کے ساتھی اور چند تازہ مہمان بچھڑ چکے۔ بڑے بھائی کی نشانی قاسم جیسے نوعمر بھتیجے کی لاش سُم اسپاں سے چُور چُور ہو چکی۔ نوجوان اور کڑیل بیٹے نے برچھی کھائی۔ حسینؑ نے برچھی لگتے دیکھا مگر گھوڑے سے گرتے نہیں دیکھا۔ جوان بیٹے نے آواز دی کہ یا ابتا میں نے اپنی جان قربان کی حسینؑ کی آنکھوں کا نور زایل ہو گیا۔ ٹھوکریں کھاتے ہوئے ایک درخت کے نیچے اپنی اٹھارہ برس کی کمائی کو پاؤں رگڑتے دیکھا۔ اس سے ذرا پہلے دو بھانجوں کا جنازہ خود اُٹھا چکے ہیں۔ ابھی دم نہیں لینے پائے ہیں کہ نہر کی جانب سے آواز آتی ہے میرے آقا اور مولا یہ غلام فدا ہوتا ہے علم اسلام سرنگوں ہوا چاہتا ہے اپنی امانت لے جائیے۔ آواز پر کان لگاتے ہوئے فوج کے سیاہ دل بادل میں گھُستے ہیں تو کیا دیکھا نہر کی ترائی میں شیر سا بھائی شانے کٹائے ہمیشہ کی نیند سو رہا ہے جسم زخموں سے اتنا چور چور ہے کہ آپ حسب معمول لاش گنج شہیداں میں بھی نہیں لا سکتے مایوس ہو کر فرماتے ہیں کہ عباسؑ بھائی مجھے تم نے اپنا آخری فرض بھی پورا نہیں کرنے دیا۔ تمہیں میری یہ تکلیف بھی گوارا ہوئی

یہ سب کچھ ہوا حسینؑ خیمہ میں تبرکات لیکر پہنچے۔ مخدرات عصمت مستفسر ہیں کہ جناب عباسؑ کی لاش خیمہ میں نہ آئی۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی کی شہادت سے میری کمر ٹوٹ گئی صرف یہی وجہ نہیں ہے بلکہ لاش میں اتنی حالت نہیں کہ یہاں تک آئے۔ اسی مقام پر توہینیان حضرت عباسؑ کی التجا خدائے سخن میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ نے کن الفاظ میں ادا کی ؎

لاشہ نہ اٹھ سکیگا تو خالی نہ آئینگے ؛ دامن میں ہم کٹے ہوئے ہاتھوں کو لائینگے

آپ منع فرماتے ہیں اور تسکین دیتے ہیں۔ دیکھو اسوقت تک حسینؑ کے استقلال اور عزم بالجزم میں ذرا ضعف نہیں آیا۔ صفحہ دنیا پر ازل سے لگا کر اس وقت تک کیا کوئی شخص استقلال اور اولوالعزمی کی ایسی دوسری نظیر دکھا سکتا ہے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ کیسا تقابل ہے کہاں کا موازنہ؟ یہ صرف حسینؑ کی ذات بابرکات تھی اور پیغمبر آخرالزمان کے نواسے کی شان تھی جس کی نظیر کسی نبی مرسل یا وصی پیغمبر کی قیمتی اور شان دار زندگی میں نظر آتی۔

مگر مسلمانو! میں پھر کہتا ہوں کہ ذرا صبر کرو تامل سے کام لو دیکھو حسینؑ کے بے نظیر استقلال۔ عزم اور ارادے کی شہادت کے لئے ایک اور واقعہ پیش ہوتا ہے ؎

دے گا تشنہ کی ہچکیاں ہی پر شہادت روزِ حشر
خنجرِ قاتل زباں بن کر خدا کے سامنے

سخت گرمی کا موسم ہے اور پھر عرب کا میدان۔ اس پر قیام ریگستان۔ الاماں چاروں طرف سے آگ کے سمندر میں تموج ہو رہا ہے۔ گرم شعاعوں نے خیمۂ امام کو گرم تنور بنا دیا ہے۔ باد سموم کے تیز و تند جھونکے رطوبتوں کو

فنا کرنے میں انتہائی عجلت سے کام لے رہے ہیں۔ پانی تو کجا؟ خاک کربلا اُڑ اُڑ کر تیمم کے لئے خیمہ اطہار میں آرہی ہے۔ جسکا اسپر اتفاق ہے کہ حسینؑ پر ساتویں محرم کی شام سے پانی قطعاً بند ہے۔ حسینؑ کی یہ شان نہیں کہ اہلحرم کے سامنے اپنی پیاس کا اظہار کریں۔ اہلحرم اور کمسن اطفال کا گریہ و بکا اور استغاثہ العطش العطش ایسا نہیں ہے جس پر حسینؑ کچھ التفات نہ کریں۔ آپنے تسلی اور تشفی دینے میں طلوع آفتاب سے لیکر اسوقت تک کوئی موقع خالی نہیں جانے دیا۔ کلمات صبر تلقین فرماتے رہے ہیں۔ مگر اُس طفل شیرخوار کو کن الفاظ میں تسلی دیں جسکا منہ ایک غنچہ کے مانند کھلا ہوا ہے۔ زبان خشک اور حلق چٹخا ہوا ہے جس کے ہونٹوں پر پیڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ آنکھیں بند اور جس کی گردن پیاس کے مارے ڈھلی ہوئی ہے۔ اسپر یہ انتہائی بے بسی کہ وہ معصوم اور شیرخوار قوت ممیزہ سے چونکہ ابھی بے بہرہ ہے۔ اس لئے باپ کی بیکسی اور مجبوریوں کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ اس موقع پر حسینؑ کے ایک عالم کو تحیر میں ڈالدینے والے صبر اور استقلال کا اندازہ لگانا بالکل ناممکن ہے آخر مجبور ہو کر بیزبان معصوم کی شدت عطش دکھانے کے لئے امام حسینؑ جناب علی اصغر کو فوج مخالف کے سامنے اس شان سے لے چلے ہیں

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے حضرت ؛ الٹ دیا علی اصغر کی آستینوں کو

جو وقت آپ صف دشمن کے مقابل پہنچے ہیں آپنے اپنے دونو ہاتھوں پر اس معصوم بچہ کو بلند کرکے فرمایا۔ اے قوم جفا کار میں تمہارا گنہگار سہی مگر یہ بچہ تو کسی مذہب و ملت کی رو سے خطاوار نہیں اگر تمہارا خیال ہے کہ یہ پانی میں اپنے لئے طلب کر رہا ہوں تو خود تم ایک قطرہ آب اسکے حلق میں ڈالدو اس عاجزانہ درخواست کا جواب جس سختی سے دیا گیا ہے اس کا ادنی سا اثر یہ دیکھا گیا کہ زمین و آسمان میں

تزلزل پڑ گیا۔ اور عرش الٰہی کانپ اُٹھا۔ روحانیوں میں ایک شور برپا تھا اور قدسی کنگرہ عرش سے اپنا سر ٹکرا رہے تھے۔ درخت اور پہاڑ اپنے اپنے مقام سے ہل گئے مگر حسینؑ کے پائے ثبات کو جنبش نہیں ہوئی۔ اللہ اللہ ان مصائب میں صبر سے کام لینا۔ ان تکلیفوں کو بطیب خاطر برداشت کر لینا اگر کسی معمولی انسان کا کام ہے تو حسینؑ کے علاوہ تمام دنیا مل کر کسی ایک فرد واحد کو پیش کرے بندگان خدا کے خاص طبقہ اور انبیا علیہم السلام میں سے کوئی ایک مثال ایسی لاؤ لیکن تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر میں یہ کہوں تو ہرگز مبالغہ کی ترازو میں میرے اس فقرے کو نہ تولو کہ آج تیرہ سو برس کے بعد جس طرح قرآن مجید اپنے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ایک آیت ان جیسی بنا کر لے آؤ اسیطرح حسینؑ کی روح مقدس تمام سکان زمین و آسمان کو مخاطب کر رہی ہے کہ اگر کوئی استقلال۔ صبر اور کامل ایمان کی مثال اس سے بڑھ کر پیش کر سکتے ہو تو کرو۔ مگر پہلے دعوے کی طرح اس دوسرے دعوے کے مقابل بھی باوجود ایک طویل زمانہ منقضی ہونیکے کوئی نہیں کھڑا ہو سکا اور نہ ہو سکیگا۔ روحی لہ الفدا۔ یا حسینؑ ابن علیؑ

حسینؑ کا آخری حملہ اسوقت حسینؑ کے سامنے تمام زمانے کے اولوالعزم سرنگوں ہیں۔ انبیا اس صبر و سکون پر حیرت اور استعجاب کی نگاہیں ڈال رہے ہیں۔ ملائکہ ارض و سما پر تحیر کا عالم طاری ہے۔ مصائب کی انتہا ہو چکی ہے۔ لیکن اسوقت بھی حسینؑ نے ہدایت کا فرض نہیں چھوڑا۔ آپ نے تن تنہا لشکر کے مقابل کھڑے ہو کر دائیں بائیں نظر کی اور اپنے آپ کو بالکل یکہ و تنہا پایا۔ اسوقت یہ فریاد طیبہ کی۔ ہل من ناصر ینصرنا۔ آیا ہے کوئی ایسا مددگار جو ہماری مدد کرے۔ امام کے استغاثہ کی جہاں تک آواز جائے ہر ذی حیات

پر امام کی مدد فرض ہے۔ لہٰذا حسینؑ نے آخری مرتبہ اور اتمام حجت کیا تاکہ فوج مخالف میں سے اب بھی جو راہ راست پر آنا چاہیں وہ مجھ پر جان نثار کر کے ابدی راحت حاصل کریں لیکن ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صرف انھیں شہدا کی لاشیں طرفہ تک کھڑی ہو گئیں جو اپنی جانیں اپنے آقا پر نثار کر چکے تھے حسینؑ ابھی مشاہدہ ہی کر رہے تھے کہ راست و چپ سے امداد و اعانت کے بجائے ملاعنہ نے سخت حملہ کیا۔ ایہ اظہار شجاعت نے حسینؑ کو مجبور کیا چنانچہ آپ نے کہا کہ جس طرح تم سب میری مظلومیت کی انتہا دیکھ چکے اسیطرح اب ایک ستم رسیدہ۔ یکہ و تنہا۔ زخموں سے چور چور۔ کمر شکستہ اور ضعیف بندۂ خدا کی شجاعت بھی دیکھ لو تاکہ میری زندگانی دنیا سے یہ چند ساعتیں صفحۂ دہر پر یادگار رہجائیں۔ خدا گواہ ہے کہ اگر میں اپنا زور امامت دکھاؤں اور تھوڑی سی دیر کے لئے تمہیں امت مرحومہ رسول اللہ نہ سمجھوں تو تمہاری بے تعداد فوج بے شمار سواروں اور چیونٹیوں کی طرح پھیلی ہوئی پیدلوں کی قطاروں کو دمشق اور کوفہ تک بھگا کر واپس ہوں۔ راوی جو اس معرکہ میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا اس موقع پر امام حسینؑ کا چہرۂ مبارک جوش شجاعت سے سرخ ہو گیا تھا۔ آپ نے مثل شیر گرسنہ لشکر دشمن پر حملہ کیا اور کئی ہزار ملاعنہ کو واصل جہنم فرمایا۔ اسکے بعد دست مبارک کو روک کر بطور اتمام حجت ارشاد فرمایا۔ ایہا الناس۔ تم میرے قتل پر ناحق جمع ہوتے ہو خدا کی قسم کسی شخص کے قتل کا عذاب تم پر ایسا شدید نہیں ہوگا جیساکہ میرے قتل کا۔ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ تمہیں ذلیل و خوار کر کے میرے جلالت مرتبت کو ظاہر فرمائیگا اور وہ تم سے اسطرح انتقام لیگا اور اس وقت انتقام لیگا جبکہ ڈھونڈنے سے بھی

پناہ نہ مل سکے گی۔ خداوند عالم تمہاری طاقتوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا کر دے گا۔ خانہ جنگیوں اور نفاق کا سیلاب تمہیں بہا کر لیجائیگا تم میں سخت خونریزیاں ہونگی اور ان سزاؤں کے ماسوا منتقم حقیقی کا دردناک عذاب روز آخرت تمہیں رُوکش میں ملیگا۔

اس کلام بلاغت نظام کے بعد آپ زخموں سے چور ہو کر ایک خاص مقام پر کھڑے ہو گئے جو روز ازل سے آپکی شہادت کے لئے منتخب ہو چکا تھا اور آخر کار وہ مرحلہ طے پایا جسکے بعد فوراً ہی ایک سیاہ آندھی نے بلند ہو کر زمین و آسمان کو احاطہ کر لیا اور آسمان نے اس دردناک واقعہ پر خون کے آنسوؤں سے گریہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حسینؑ کی اس بیکسانہ شہادت نے سچے مسلمانوں کے دل میں خصوصاً اور بنی نوع انسان کے کشتِ دل میں عموماً ایک گہری ہمدردی کا بیج بو دیا جسکا اثر اسوقت تک باقی ہے اور تا قیام قیامت جاری و ساری رہیگا

مظلومانہ شہادت کے نتائج

سیاسی مذاق رکھنے والوں کا مقولہ ہے کہ حسینؑ کی بے نظیر مظلومیت ہی بنی امیہ کی تباہی کا موجب ہوئی۔ امام عالی مقام کی مظلومیت نے وہ زبردست کام انجام دیا جو ایک جرار اور مسلح لشکر سے نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی شہادت تھی جسکی وجہ سے بنی امیہ کے لیے اطراف و اکناف ملک میں نفرت اور حقارت کی رزولیوشن پاس ہونے لگے۔ چنانچہ اس واقعہ ہائلہ کے بعد سے قاتلان امام حسینؑ کے استیصال کی تدبیریں شروع ہو گئیں۔ یہ رائے اگر صحیح مان لیجائے اور اس میں کچھ ہرج بھی نہیں ہے تو بھی حسینؑ زمانہ میں ایک لاانتہا قوت ارادی۔ معاملہ فہمی اور اصابت رائے کے مالک قرار پاتے ہیں نیز اہل سیاست کا یہ مقولہ صرف انکے تخیل دماغی کا نتیجہ نہیں بلکہ خود امام مظلوم

حملہ کرتے وقت بار بار بطور اتمام حجت ارشاد فرماتے تھے اگر تم مجھے بیگناہ قتل کروگے۔ یقیناً ایکدن تم بھی فنا ہو جاوگے۔ تمہاری طاقتیں زائل ہو جائیں گی اور تم عذاب آخرت کے مستحق قرار پاوگے"۔

حسینؑ کی پیشینگوئی اعلیٰ پیمانہ پر پوری ہوکر رہی۔ چنانچہ تاریخ دان یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ حسینؑ کی پیشینگوئی کا ایک ایک لفظ صداقت میں ڈوبا ہوا تھا۔ جیسا کہ مشاہدہ کرنے والی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ واقعہ کربلا کے دو ہی سال کے اندر اندر خانہ جنگیوں۔ نجس بیماریوں اور خونریزیوں نے تمام کرۂ ارض کو قاتلان امام مظلوم سے خالی کر دیا اور صرف وہ ابدی لعنت انکے لئے باقی رہگئی جس سے انسان ناطق۔ حیوانات۔ اور فرشتونکی زبان اکثر آشنا رہی ہے حسینؑ کی پیشینگوئی کا پہلا جزو جو عذاب دنیوی کی خبر دے رہا تھا جب کامل طور سے پورا ہو چکا تو دوسرا حصہ بھی جس میں آپنے عذاب آخرت کا ملاعین کو سزاوار قرار دیا تھا ضرور پورا ہوگا انشاء اللہ۔ حسینی شہادت کے اعجازی فلسفہ نے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفہ کو مبہوت بنا دیا ہے اور ان میں سے ہر اک اپنی اپنی تالیفات میں اس نتیجے پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا ہے کہ حسینؑ ایک کامل انسان تھے جنکو مظہر صفات ایزدی کہنا عین انصاف ہے۔

حسینی عزم کا دوسرا رُخ سیاسی مذاق سے قطع نظر کرکے اگر دینی اور اسلامی حیثیت سے حسینؑ کے اس عزم کو جانچا جائے تو اسمیں بھی باریک سے باریک اور دقیق مسائل کے پہلو نکلتے ہیں حسینؑ نے کتاب شہادت پر اپنے اور اپنے کم سن شیر خوار بچے کے خون تک سے دستخط کرکے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ اُن کے نانا کا دین ناسخ ملل و ادیان ہے اور اُسکی عظمت ضرور ایسی

عظمت تھی جس کے برقرار رکھنے کے لیے سخت سے سخت مصائب کو آپ نے ہنستے ہوئے برداشت کر لیا۔ یزید کی بیعت جس ضلالت کی طرف آپ کو بلاتی تھی وہ یقیناً اس شریعت کے منافی تھی جسے حسینؑ کے نانا خدا کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان ہو کر لائے تھے

ایسے اولوالعزم مظلوم کی یادگار ہر مسلمان پر فرض ہے

اب میں اہل دل اور اہل انصاف سے ملتجی ہوں کہ خدا کا پورا جلال رسول اللہ کی پوری عظمت اور قرآن پاک کی کامل وقعت کیا حسینؑ نے برقرار رکھ کر نہیں دکھا دی؟ دنیا میں جتنے بھی مسلمان ہیں جس فرقے اور جس اعتقاد کے بھی مسلمان ہیں میں انہیں مندرجہ بالا تینوں چیزوں کی قسم دیتا ہوں کہ مندرجہ بالا تمام واقعات کو پیش نظر فرما کر وہ کہیں کہ ایسے مظلوم حسینؑ کی یادگار کیا ہر اس شخص پر واجب نہیں ہے جو علی الصباح سورج نکلتے ہی خدا کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ جناب محمدؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے عقل اور انسانیت کے دائرہ میں رہ کر جواب دو کہ اسلام کی معمولی سی خدمت کرنے والوں کیلئے تو تم پارلیمنٹ تک جاؤ۔ لاکھوں روپیہ صرف کر دو۔ جانکو جان نہ سمجھو اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھو جب تک بزعم خود رحمدل اور فرشتہ سیرت نائب السلطنت بہادر سے اپنے شہدا کا خون بہا اور اپنے مطالبات نہ لے لو۔ لیکن اگر ایمان کوئی چیز ہے اگر انصاف کا روشن کنول تمہارے فانوس دل میں فروزاں ہے تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہدو کہ کیا رسول اللہ کے نواسے کے ماتم میں شریک ہونا کفر جلی ہے؟ اُسکی یادگار قائم کرنی بدعت عظیم ہے؟ شرم کا مقام ہے کہ تم حسینؑ کی قاتلوں پر لعنت کے بجائے سکوت کو ترجیح دو اور انکی نسبت صدائے احتجاج بلند نکرو۔ متفرقے رزولیوشن اس موقع پر پاس نہوں۔ افسوس ہے اس سلام پر اور ایسی مسلمانی پر

مسلمانوں کی ترقی کا اصلی راز

مسلمانوں کی اصلی ترقی کا راز صرف امام حسینؑ کی اقتدا میں پوشیدہ ہے اگر حسینؑ کی مانند کوئی دوسرا فرد واحد کسی قوم میں ہوتا اور حسینؑ کی طرح مافوق العادت امور اس سے ظہور میں آتے تو آج تم دیکھتے کہ کتنی پیشانیاں اس کے مجسمے پر جھکتی نظر آتیں۔ اسکی پرستش کس کس رنگ سے کی جاتی۔ اسکی یادگار کس شان و شوکت سے ہوتی۔ مثلاً دیکھو حضرت عیسیٰ ہمارے عقیدے کے موافق چوتھے آسمان پر زندہ بلالئے گئے عیسائیوں کے نقطۂ خیال سے انہیں صلیب دی گئی۔ بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے مان لو کہ ایسا ضرور ہوا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بالذات شہید ہوئے ان کو وطن سے نہیں چھڑایا گیا۔ انپر تین دن آب و دانہ بند نہیں کیا گیا ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیاس اور بھوک سے ہلاک نہیں کیا گیا۔ ان کو عرب کی جلتی ہوئی ریت پر نہیں ٹھہرایا گیا۔ ان کے سامنے ان کے اٹھارہ عزیز و اقارب پر تیر و تبر اور تلواروں سے زخم نہیں لگائے گئے تھے حضرت عیسیٰ نے اپنے ایک عزیز کی لاش بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں اٹھائی اور پھر حسینؑ کی طرح جناب عیسیٰ کو ستا ستا کر رلا رلا کر اس طرح شہید بھی نہیں کیا گیا۔ اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہیے جیسا کہ مشاہدہ عینی گواہی دے رہا ہے کہ جناب عیسیٰ کی یادگاریں تمام عیسائی قائم کرتے ہیں خواہ وہ کسی طریق کے عیسائی ہوں رومن کیتھلک ہوں تو اور پروٹسٹنٹ ہوں تو کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں صلیب کی شکل دونوں کے سینے پر آویزاں نظر آئے گی۔ عیسائی کسی گروہ کا ہو مرنے کے بعد اسکی قبر پر صلیب کا نشان ضرور نصب کیا جائے گا یہانتک کہ جناب عیسیٰ کے مصلوب ہونے کو نتیجہ رستگاری آخرت سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکی قومی ترقی کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ حسینؑ پیدا ہوئے ہیں عالم اسلام میں وہ اسلام جس نے شرک کے بیج کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور حسینؑ نے خود جان دی اسے صرف توحید پر اور اپنے نانا کے دین پر۔ لہذا حسینی شان یہ نہیں ہے جو اپنی پرستش سے خوش ہو۔ ہاں وہ اس امر کی ضرور مستحق ہو کہ اسکی کامل پیروی کیجائے اس اقتدا میں حسینؑ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ مقتدیوں کے خود اپنے لئے دین و دنیا کے بیش بہا فائدے ہیں اور یہ فوائد اسیوقت حاصل ہو سکتے ہیں جب انکی یادگار قائم کرتے ہیں اس انہماک کی شان دکھائی جائے جو حسینؑ نے اپنی ہستی قربانی میں ملحوظ خاطر رکھا تھا حسینؑ کے ساتھ بے نظیر ہمدردی غیر مذہب والوں کے دلوں تک پہنچ گئی چنانچہ یہ حسینؑ ہی کا اعجاز ہے کہ رسول اللہ کے دین سے قطعی انحراف کرنے والے بھی بہ خوشی دل حسینی یادگار میں شریک ہونے کے لئے تیار ہیں۔ پھر حیف ہے ان مسلمانوں پر جو رسولؐ کے قائل ہو کر نواسہ رسولؐ کے مصائب میں شرکت نہ کریں۔

ایک عجیب معاملہ

میدان کربلا میں حسینؑ کو بہ ہزار کرب و بلا شہید کرنیوالے بھی مسلمان ہی تھے اور آج حسینؑ کے مصائب بیان کرنے کو بدعت۔ مجالس عزا میں شریک ہونے کو کفر اور حسینی یادگار قائم کرنیکو بت پرستی سے تعبیر کرنیوالے بھی مسلمان ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حسینؑ کے خون ناحق کے وبال میں گرفتار ہے اب بھی کچھ نہیں گیا غور کرو اور دیکھو کہ غیر اقوام کے حملوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا صرف یہی نہیں بلکہ اسلامی سلطنتوں کا زوال کبھی رو بہ ترقی نہیں ہو گا جبتک تمام مسلمان متفق ہو کر حسینی علم کے سایہ میں نہیں آجائینگے۔ ہم کہتے ہیں کہ جملہ احکام مذہبیہ جس طرح چاہو ادا کرتے رہو اسکی جوابدہی ہر مسلمان سے بروز حشر ہو جائے گی اور جسکے جیسے اعمال ہونگے وہ انصاف کی ترازو میں تلجائیں گے مگر حسینی یادگار قائم کرنے میں ان عیسائیوں کی پیروی کرو جو کسی فرقہ کے ہوں مگر حضرت عیسیٰ کے خون کی یکساں عزت کرتے ہیں اور برابر کرتے جائیں گے

دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔ موت کی چکی برابر چل رہی ہے۔ یہاں کا قیام نقش بر آب ہو زندگانی دنیا اور زندگانی کے حروف بکھرے ہوئے ہو جانے ...

حیات کی دھجیاں ہو ہو کر منتشر ہو جائینگی۔ آسمان روئی کے گالوں کی طرح اُڑتا پھرے گا مرنا برحق ہے۔ مگر بھائیو مسلمانو۔ عقل و دماغ رکھنے والو مظلوم حسینؑ کا صبر یٹ کر نہ مرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو حسینؑ مظلوم کا ارشاد کہ "تمہاری طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائینگی" تم پر بھی صادق آجائے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ تم ہٹ دھرم بنے رہو اور بھائی کی چھری بھائی کے گلے پر اور ایک مسلمان کا طمنچہ دوسرے مسلمان کے سینہ پر چل جائے۔ اور تمہاری روحیں پھر آخری افسوس کرتی ہوئی اپنے مستقر کو روانہ ہوں اور مخالفت عزاداری مظلوم کا دھبہ تمہارے دامن پر تا قیام قیامت باقی رہ جائے۔ بھائیو! اگر تم سعید ہو۔ اگر تم وہ مبارک انسان ہو جو اسلام پر سچ مچ جان چھڑکتے ہو تو ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ مہلت کا دامن تمہارے ہاتھ میں ہے تم حسینؑ کا دامن پکڑ لو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا تمہارے زیر قدم ہوگی۔ زمانہ تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ نبیؐ اکرم۔ علی مرتضیٰؑ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کی دعاؤں کے موتی تمہارے دامن میں برسیں گے۔ اور ایک شاندار زندگی بسر کرنے کے بعد تم اس مقام میں چلے جاؤ گے۔ جہاں رفقائے حسینؑ ایک ابدی سرور اور دائمی مسرت کی زندگی بسر کر رہے اور خدا کے رزق سے حصہ پاتے ہیں۔ رفقائے حسینؑ نے جو کچھ کیا تمہیں اسکی ضرورت نہیں۔ کیونکہ معرکہ کربلا اب پیش نظر نہیں۔ تمہاری جان بھی سلامتی میں ہے تم پر تیروں کی بارش بھی نہیں ہوگی۔ نہ تمہارا ابر اگینہ اسیر ظلم و ستم ہوگا۔ اسوقت سودا نہایت ارزاں اور بہت ہی سستا ہے۔ کاش اتنا ہی کرو کہ صدق دل اور خلوص نیت سے یالیتنی کنا معکم فافوز فوزاً عظیما کو اپنی زبان پر جاری کرو لیکن اسکے حقیقی اور اصلی معنی پر ایمان رکھو۔ اور خدا کو عالم الغیب سمجھ کر خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لو کہ وہ تمہارے دلی بھید سے واقف ہے۔ یہ نہ ہو کہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ ممات کے دروازہ سے گذر کر اگر نجات کے قلعہ تک پہنچ سکتے ہو تو اس میں داخل ہونے کے لئے عزائے حسینؑ ہی کی کنجی کام آسکتی ہے۔

تمام شد